بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

البلاغ المبین

لِاِعلاَئِ الدِّینِ المَتِینِ

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

تالیف
شیخ الحدیث و التفسیر
پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی
دامت برکاتہم العالیہ

ناشر
رحمۃ للعلمین پبلی کیشنز بشیر کالونی سرگودھا
048-3215204-0303-7931327

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ

وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تبلیغ کے ذرائع

اللہ کریم جل مجدہٗ قادرِ مطلق ہے۔ وہ بغیر کسی سبب کے بھی ہر کام کر سکتا ہے۔ مگر اس کا طریقہ یہی رہا ہے کہ دین کی تبلیغ کے لیے اس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ذریعہ بنایا۔ پھر انبیاء تک پیغام پہنچانے کے لیے بھی سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واسطہ بنایا۔ پھر مختلف کتب اور صحائف کو نازل فرمایا جن میں ہدایت درج تھی۔

اس سے آگے انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے شاگرد اور صحابی تیار فرمائے جو مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے نکل گئے اور دین کی خدمت کا کام سرانجام دیا اور اس کے علاوہ تبلیغ کے لیے دیگر ذرائع اور وسائل کو اختیار فرمایا۔

ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے تبلیغ دین کے لیے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار فرمائے۔

(۱)۔ سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے افراد پیدا کیے اور اپنے غلاموں میں جذبہ خدمتِ دین پیدا فرمایا۔

مختلف اطراف میں مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ذمہ داری سنبھالی۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور مولا علی وغیرہما، مصر میں حضرت عمرو بن العاص، یمن میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم متعین ہوئے۔

(۲)۔ مختلف ممالک کے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔

(۳)۔ تالیف القلوب کے لیے غیر مسلموں اور نومسلموں پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ فرمایا۔

(۴)۔ مختلف قبائل میں شادیاں فرمائیں تاکہ رشتہ داریاں قائم ہو جانے کے نتیجے میں دین کی تبلیغ آسان ہو جائے۔

(۵)۔ سب سے پہلے مسجد نبوی اور بعد میں متعدد مساجد تیار کرائیں اور مساجد تعمیر کرانے کی ترغیب دی۔

(۶)۔ صفہ کے نام سے ایک تربیتی ادارہ قائم فرمایا۔

(۷)۔ مسلمان تاجروں کی مدد سے اسلام کا پیغام مختلف ممالک تک پہنچایا۔

(۸)۔ حتمی کارروائی کے طور پر جہاد فرمایا۔

آپ ﷺ کے زمانۂ اقدس کے بعد بھی تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری رہا اور مذکورہ ذرائع استعمال ہوتے رہے بلکہ ان ذرائع میں اضافہ بھی ہوا۔ مثلاً فتوحاتِ اسلامیہ کا سلسلہ خلفاء راشدین کے دور میں بہت وسیع ہو گیا اور سرکاری محکموں کو منظم کیا گیا۔ ثانیاً مفتوحہ علاقوں میں مزید مبلغین بھیجے گئے۔ جیسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں سیدنا

عبداللہ بن مسعود ﷺ کو بھیجا۔ ثالثاً قرآن کی جمع و تدوین ہوئی۔ رابعاً مختلف صحابہ کرام علم الرضوان نے اپنے اپنے تعلیمی حلقے قائم فرمالیے اور تعلیم پر اتنی توجہ دی گئی کہ جب سیدنا مولا علی ﷺ کوفہ میں تشریف لے گئے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷺ نے چار ہزار شاگردوں کو ساتھ لے کر آپ کا استقبال کیا۔

تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کو جمع کیا گیا، فتنہ وضعِ حدیث کا تدارک کیا گیا۔ فقہ کی تدوین ہوئی اور تعلیم پر اتنی توجہ دی گئی کہ ایک ایک عالم نے ہزاروں شاگردوں کو دین سکھایا اور ایک ایک شاگرد نے ہزاروں اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

اس کے علاوہ ہر دور میں تبلیغ کے متعدد ذرائع اختیار کیے جاتے رہے۔ مجموعی طور پر ان تمام ذرائع کی تعداد اور تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱)۔اسلامی حکومتیں (۲)۔جہاد (۳)۔مدارس کا قیام (۴)۔تبلیغی تنظیمیں (۵)۔تجارت (۶)۔مبلغین کی تیاری اور مختلف علاقوں میں ان کا چلے جانا (۷)۔مناظرے (۸)۔مسلمانوں کا مختلف علاقوں میں شادیاں کرنا (۹)۔مسلمان سیاحوں کا مختلف علاقوں میں جانا اور مختلف علاقوں کے لوگوں کا اسلامی علاقوں میں سیاحت کے لیے آنا۔ (۱۰)۔تصنیف وتالیف، تفاسیر و شروح (۱۱)۔مواعظ و تقاریر (۱۲)۔میڈیا (ریڈیو، ٹی وی، اخبار، جرائد وغیرہ) (۱۳)۔صوفیاء کا ذکر اذکار اور توجہ باطنی کے ذریعے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کرنا۔ دین کی تبلیغ و دعوت میں سب سے بڑا کردار صوفیاء علیہم الرضوان کا ہے۔ صوفیاء نے بوقت ضرورت تلوار بھی اٹھائی ہے اور گوشہ نشین ہونے کے باوجود تقریر، مناظرے اور تردید کو بھی اختیار فرمایا ہے۔ (۱۴)۔دینِ اسلام کی ترویج اور پھیلاؤ کا ایک اہم ذریعہ غیر اسلامی مذاہب کی اپنی کمزوریاں اور خرابیاں ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مختلف ادیان کے ستائے ہوئے اور لٹے ہوئے لوگوں کو اگر کہیں پناہ اور سکون میسر آتا ہے تو دامنِ اسلام ہی میں میسر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انڈیا، امریکہ اور یورپ میں اسلام بغیر کسی منظم تبلیغ کے تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

بیرونی فتنے اور ان کی اصلاح

اسلام کی وسیع تعلیمات

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کو زندگی کے تمام گوشوں میں تعلیم فراہم کرتا ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھیے۔ بچے کی پیدائش سے لے کر موت تک ہر موڑ پر اسلام تعلیمات فراہم کر رہا ہے۔ نظریات اور عبادات کے علاوہ انفرادی زندگی، ازدواجی زندگی، معاشرتی معاملات، سیاسیات، معاشیات حتیٰ کہ اسلام میں سائنس، ریاضی، جغرافیہ اور طب کے موضوع پر بھی مفصل تعلیمات موجود ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب ضابطہ حیات میں ان

WWW.NAFSEISLAM.COM

موضوعات پر کافی تفصیل سے بحث کی ہے۔

چونکہ یہ خوبی دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں۔لہٰذا دوسرے مذہب کے لوگ اپنی اس کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے ان تعلیمات کو انفرادی، ذاتی اور نجی قرار دے کر انہیں غیر ضروری ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کی اپنا گناہ چھپانے کی یہ کوشش گناہ سے بھی بدتر ہے۔عذرِ گناہ بدتر از گناہ۔

دین کو سیاست سے جدا سمجھنا بھی انہی شکست خوردہ مذاہب کی مجبورانہ پالیسی ہے۔جس کے دین نے سیاست کے آداب سکھائے ہی نہیں وہ دین کو سیاست سے جدا نہ کہے تو اور کیا کہے؟

انسانی سیرت و کردار (Charactor) کو تعمیر کرنے کی تعلیمات بھی اسلام کے سواء کسی دوسرے مذہب کے پاس نہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کا فرمایا ہوا ایک ہی جملہ دوسرے مذاہب کی ساری تعلیمات پر حاوی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۱)۔

ہم دنیا بھر کے دانش مندوں اور مفکروں کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں اور چیلنج دیتے ہیں کہ اس جملۂ رسول کی مثال کسی بڑے سے بڑے فلسفی، ماہرِ اخلاقیات و تعلیمات کے ہاں دکھا دیں۔ یہ تو ہم نے محض ایک مثالی جملہ پیش کر دیا ہے ورنہ اگر پوری تعلیمات کا مطالعہ کر لیا جائے تو ایمان دوبالا ہو جائے۔

دوسرے مذاہب میں جنسی بے راہ روی، بدکرداری، شراب نوشی اور لبرل ازم کے نام پر ہونے والی آوارہ گردی نے نوجوانوں کی صحت کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ایسے لوگوں کے لیے اسلام کے دامن کے سواء کہیں پناہ نہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

جو لوگ سہرے باندھ کر کتیوں سے شادیاں رچاتے ہیں، جن کے ہاں ننگے رہنا سہنا اور ننگے عبادت کرنا شیطانی مکتبہ فکر (Devil Church) کے نام سے مشہور ہو چکا ہے۔ایسے لوگوں سے خود کسی انسانی رویے کی امید کیسے رکھی جا سکتی ہے اور یہ لوگ خود اپنی اولادوں سے وفا کی توقع کیسے رکھ سکتے ہیں۔

جن مذاہب میں کردار (Charactor) ہر کسی کا ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے، ان کی عورتیں اپنی ناجائز اولاد کو سڑکوں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینک کر چلی جاتی ہیں۔ رشتے ناطے اور مادر پدر کو محض ایک فضول بندھن قرار دیا جاتا ہے۔ایسے لوگوں کی اولادیں ان کے کنٹرول سے باہر ہو چکی ہیں۔ پھر مجبوراً انہیں مار نہیں پیار والی پالیسی اپنے گھروں میں بھی اختیار کرنا پڑتی ہے اور تعلیمی اداروں میں بھی رائج کرنا پڑتی ہے۔نام نہاد مسلمان جب ایسی پالیسیوں کو اسلامی ماحول میں جاری کرتے ہیں تو وہ فٹ نہیں بیٹھتیں۔ پھر مجبوراً اخبارات میں ''مار نہیں پیار والی پالیسی ناکام'' کی خبریں شائع کرنا پڑتی ہیں۔

جہاد کی اہمیت

مذکورہ بالا خوبیوں کی بنا پر اسلام ایک خود اعتماد (Self Confident) مذہب ہے اور یہ کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار نہیں۔ اسلام کو یقین ہے کہ اس کے سواء تمام مذاہب نامکمل اور غیر معیاری ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے بہرحال اسلام کامیاب ہے اور باقی تمام مذاہب ناکام ہیں۔ اسی لیے اللہ کریم نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ یعنی وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے (فتح:۲۸)۔

حق کے اسی غلبے کے حصول کی خاطر اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر اسلام نے جہاد کی تعلیم دی ہے لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا یعنی جہاد اس لیے کرنا چاہیے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)۔ اور چونکہ تمام غلط اور بدکردار لوگ، انسانیت کے لیے عذاب اور فتنہ ہیں لہٰذا فتنے کو ختم کر دینا ایسا ہی ہے جیسے سانپ، بچھو یا پاگل کتے کو مار دیا جائے۔ فتنہ ختم ہو جائے تو جہاد کی غرض و غایت بھی مکمل ہو جاتی ہے اور پھر ہم کسی پر تلوار نہیں اٹھاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یعنی فتنہ ختم ہونے تک جہاد کرتے رہو (انفال:۳۹)۔

اسلامی جہاد میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مارنا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ فتنہ نہیں پھیلا سکتے۔ لیکن اگر عورت کفار کی حکمران ہو تو اسے مارنا جائز ہے اس لیے کہ اب وہ فتنہ پھیلا رہی ہے۔ کوئی شخص عین میدان جنگ میں بھی اگر کلمہ پڑھ لے تو اسے گولی مارنے کی اجازت نہیں۔ کسی کو اسلام کی دعوت اور پیغام پہنچانے سے پہلے بھی اسے مارنے کی اجازت نہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایران والوں کے نام خط لکھا تھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کرو اور ہمارے ماتحت ہو کر رہنا قبول کر لو اور اگر اس سے بھی انکار کرو گے تو پھر سن لو کہ میرے ہمراہ ایسی قوم ہے جنہیں اللہ کی راہ میں مرنا اتنا محبوب ہے جتنی اہل ایران کو شراب محبوب ہے (مشکوۃ صفحہ ۳۴۲)۔

اسلامی جہاد سے مکمل طور پر ملتا جلتا حکم آج بھی بائیبل میں موجود ہے۔ بائیبل کی کتاب استثناء باب نمبر ۲۰ میں احکام جنگ کی سرخی قائم کی گئی ہے اور پھر اس کے تحت لکھا ہے:

لشکر کے سردار اپنے لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کریں۔ اور جب تو جنگ کرنے کے لیے کسی شہر کے نزدیک جائے تو پہلے اس سے صلح کی خواہش کر۔ اگر وہ صلح منظور کریں اور پھاٹک تیرے لیے کھول دیں تو جتنے لوگ جو اس میں رہتے ہیں وہ سب تیرے باجگزار ہوں گے اور تیری خدمت کریں گے۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں۔ بلکہ تجھ سے جنگ شروع کر دیں۔ تب تو اس کا محاصرہ کر۔ اور خداوند تیرا خدا اس کو تیرے ہاتھ میں دے گا۔ اور تو سب مردوں کو تلوار کی دھار سے قتل کر۔ مگر عورتیں اور بچے اور چوپائے اور اس شہر کی سب لوٹ کو اپنے لیے لے۔ اور اپنے دشمن کی تمام غنیمت کو کھا جا،

جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے۔ اور اسی طرح تو ان سب شہروں سے کر جو تجھ سے بہت دور ہیں (استثناء ۲۰:9 تا ۱۵)۔

تورات کا یہ طویل اقتباس ذرا غور سے پڑھ لیجیے۔ اور اس کے بعد اس کا موازنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا خط کے ساتھ کیجیے جسے انہوں نے لشکر فارس کے سردار کی طرف لکھا تھا۔

آج تک پوری دنیا میں سب سے زیادہ دہشت گردی عیسائیوں نے کی ہے۔ دور کی باتیں چھوڑیے صرف پہلی جنگِ عظیم میں تقریباً اڑھائی کروڑ انسان مارے گئے۔ دو کروڑ فوجی زخمی ہوئے۔ ایک کروڑ نے پناہ حاصل کی اور تیس لاکھ فوجی لاپتہ ہو گئے جنہیں بالآخر مقتول ہی سمجھ لیا گیا۔

دوسری جنگِ عظیم میں ساڑھے تین کروڑ انسان قتل ہوئے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں لاکھوں انسانوں کو ایٹم بم کے ذریعے اڑا کر رکھ دیا گیا۔ امریکہ اور ویت نام کی جنگ مین دس لاکھ انسان مارے گئے۔ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۵ء تک جاری رہنے والی امریکی خانہ جنگی میں تقریباً ایک کروڑ انسان قتل ہوئے۔ چند سال قبل امریکہ نے عراق پر مجموعی طور پر دوسری جنگِ عظیم سے بھی زیادہ بارود پھینکا۔

لہٰذا محض زبان سے انسان دوستی کا دم بھرنا بغل میں چھری منہ میں رام رام کے سواء کچھ نہیں۔

جہاد کے انکار کا پس منظر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے محمد ﷺ کی زیارت کرا اور اس کی شریعت پر عمل کرنے کی توفیق دے (برناباس باب ۹۷ آیت ۱)۔

اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دیں گے، سلام عرض کریں گے اور حضور ﷺ جواب دیں گے (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔ پھر وہ اسلامی شریعت پر عمل کریں گے اور مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷)۔ دجال کو لد کے دروازے پر قتل کریں گے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱)۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پائیں گے مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس دفن ہوں گے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴)۔

پچھلی صدی میں مرزا قادیانی نے اپنے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ شخص اپنے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے کمالات تو نہ دکھا سکا، نہ ہی سب لوگ اس پر ایمان لائے اور نہ ہی امنِ عامہ قائم کر سکا تاکہ جہاد کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔ بلکہ الٹا کام بگڑ گیا اور اس کے آتے ہی پہلی جنگِ عظیم، پھر دوسری جنگِ عظیم، پھر 65 کی جنگ، پھر 71 کی جنگ اور اب امریکہ کے ہاتھوں دنیا بھر میں انسانوں کی تباہی معرضِ وقوع میں آئی جس کی مثال

اس کائنات میں کہیں نہیں ملتی۔ لیکن مرزا قادیانی نے محض تحریری فتوے کے ذریعے جہاد کو بند کرنے کا اعلان کر دیا۔

یہ ہے وہ اصل سبب جس کی وجہ سے قادیانی جہاد کے منکر ہیں۔ لیکن ہم قادیانیوں سمیت دنیا بھر کے لوگوں پر نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جہاد قیامت تک سرسبز و شاداب رہے گا، میرے بعد ایک گروہ مشرق سے نکلے گا جو کہے گا کہ اللہ کی راہ میں جہاد بند ہو چکا ہے، وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ حالانکہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا جہاد ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور پوری دنیا کا صدقہ کر دینے سے بھی بہتر ہے (ابنِ عساکر، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)۔

غور فرمایئے مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں قادیان واقع ہے۔ اور قادیانی جہاد کا انکار بھی سرِ عام کر رہے ہیں۔ ہم جہاد کے خلاف آواز اٹھانے والے تمام طبقات کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ایک تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کو پڑھ لینے کے بعد آپ ﷺ کی صداقت اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لے آیئے۔ دوسرے نمبر پر جہاد کا انکار کرنے سے باز آ جایئے۔ اور جہاد کے منکرین کی اصلیت کو پہچان جایئے۔

جہاد کا طریقہ اور آداب

اسلامی جہاد کے حوالے سے آج کے دور کی ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ جہاد ہمیشہ اسلامی حکومت کی سربراہی میں ہوا کرتا ہے (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۸)۔

عوام الناس کا براہِ راست اپنے ہاتھوں میں اسلحہ لے کر جہاد کو نکل جانا بے شمار خطرات اور فسادات کو دعوت دیتا ہے۔ قتل کا بدلہ قتل، زانی کو سنگسار کرنا، اسلامی سزائیں نافذ کرنا اور مرتد کو قتل کرنا سب حکومت کے کام ہیں۔ حکومت اگر جہاد نہیں کرتی یا اسلامی احکام کو نافذ نہیں کرتی تو حکومت پر زور دیا جانا چاہیے۔ وفود، خطوط اور پرامن مظاہروں کے ذریعے پریشر ڈالنا چاہیے۔ پھر بھی حکومت اگر آمادہ نہ ہو تو آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے زکوٰۃ فرض ہے مگر غریب آدمی مجبور ہے اس پر زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کا گناہ نہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ آج کل کی جہادی تنظیموں کو معرضِ وجود میں لانے والی خود حکومتِ وقت تھی۔ اُس وقت ان کی پشت پناہی خود حکومت کرتی تھی۔ بلکہ بعض تنظیموں کو روس کے خلاف خود امریکہ امداد دیتا رہا۔

ایسی صورتِ حال میں ان جہادی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دینا سراسر نا انصافی اور مطلب پرستی ہے۔ اب اس کا واحد حل یہی ہے کہ حکومت خود جہاد کی ذمہ داری سنبھالے اور اسلامی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ عمل میں اترے۔ موت تو ایک دن آنی ہے مگر گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔

منافقانہ طریقۂ واردات

ہر دور میں باطل قوتوں کا یہ وطیرہ اور رویہ رہا ہے کہ صاف لفظوں میں اسلام کی مخالفت کرنے کی بجائے

علماء اور مذہبی طبقے پر کیچڑ اچھالتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج بھی امریکہ یہی کہہ رہا ہے کہ ہم اسلام کے مخالف نہیں، مولویوں کے خلاف ہیں۔ ظاہر ہے اسلام فضا میں لٹکی ہوئی کسی چیز کا نام تو نہیں۔ اسلام علماء و صلحاء کے سینوں میں موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائے گا اور علم کسی ٹھوس شکل میں اوپر نہیں اٹھے گا بلکہ علماء کے ختم ہو جانے سے علم ختم ہو جائے گا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۰، بخاری جلد ا صفحہ ۲۰)۔

قادیانیوں کا طریقہ واردات بھی یہی ہے کہ آیت کا صاف انکار کرنے کی بجائے یوں کہتے ہیں کہ ہم آیت خاتم النبیین کو مانتے ہیں مگر اس کا وہ معنی نہیں مانتے جو مولوی کرتے ہیں۔ اس فراڈی طریقہ کے مطابق دنیا کا ہر کافر کہہ سکتا ہے کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو مانتے ہیں مگر اس کا وہ معنی نہیں مانتے جو مولوی کرتے ہیں۔ بلکہ مرزا قادیانی نے تو کہہ بھی دیا تھا کہ محمد رسول اللہ میں صاف طور پر انہیں محمد اور رسول کہہ کر پکارا گیا ہے (مرزا قادیانی کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴)۔ گویا مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ بن بیٹھے۔ مگر انہیں دکھ ہے کہ مولوی اس معنی کو نہیں مانتے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بڑے پتے کی بات ارشاد فرمائی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَ جِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَ حُكْمُ الْأَئِمَّةِ الْمُضِلِّينَ یعنی اسلام کو تین چیزیں تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ ۱۔ عالم کا پھسل جانا۔ ۲۔ منافق کا قرآن پڑھ کر بحث کرنا۔ ۳۔ گمراہ حکمرانوں کی حکومت (مشکوۃ صفحہ ۳۷)۔

آج مسلمان کہلانے والے جو لوگ مغرب اور امریکہ کی زبان میں بات کر رہے ہیں یا ان کی تہذیب اور ثقافت سے مرعوب ہو چکے ہیں۔ ہم انہیں امریکہ کی دلالی سے توبہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور اللہ کریم کے سامنے جوابدہی کا خوف دلاتے ہیں۔

یاد رکھیے کہ کسی بھی علمی یا فنی موضوع پر اسی فن کے ماہرین کا مشورہ لائق ترجیح اور قابل عمل ہوتا ہے۔ کبھی کوئی شخص موچی سے بال نہیں کٹواتا اور لوہار سے زیور نہیں بنواتا۔ ملاح کو ہل چلانا نہیں آتا اور کسان کو کشتی رانی نہیں آتی۔ میڈیکل کے شعبے میں ہر عضوِ انسانی کا ایک ماہر ڈاکٹر موجود ہوتا ہے اور وہ کبھی کسی دوسرے کے کیس کو ہاتھ نہیں ڈالتا۔ سیاسیات، معاشیات، ریاضی، تاریخ اور سائنس وغیرہ کے موضوعات پر جدا جدا ماہرین پائے جاتے ہیں اور وسیع القلب لوگ طلباء کو اپنے سے بہتر ماہرین کی طرف ریفر کر دیتے ہیں۔

اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر علماء کرام اسلامی تعلیمات کے ماہرین ہیں۔ علماء بہتر جانتے ہیں کہ اسلام اور کفر کی تعریف کیا ہے؟ وہ بہتر جانتے ہیں کہ اسلامی نصاب کو کس طرح مرتب کرنا چاہیے۔ وہ بہتر جانتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کیا ہیں؟ وہ بہتر جانتے ہیں کہ جہاد فرض ہے یا نہیں۔ جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے؟ جب مکمل استحقاق کے باوجود علماء آپ کی پی ٹی پریڈ، فرسودہ ڈسپلن اور سلوٹ بازی میں مداخلت نہیں کر

WWW.NAFSEISLAM.COM

رہے تو آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں انگشت زنی کریں جس کی الف بے کا بھی آپ کو علم نہیں۔

میرے عزیز! ماہرین اسلام آپ کو بتا رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ حضرت محمد کریم ﷺ اللہ کے سچے اور آخری نبی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی وہ تشریح جو علماء کرام نے کر دی ہے وہی حق ہے۔ جو تشریح امریکہ، یورپ اور آج کی حکومتوں کے پالتو ڈاکٹر اور پروفیسر کر رہے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بدنیتی پر مبنی ہیں۔ جہاد کا اسلامی تصور درست ہے۔ درس نظامی کا نصاب نہایت مناسب اور جچا تلا نصاب ہے۔ اس میں وقت کی ضرورت کے مطابق اگر کوئی تبدیلی لانا پڑے تو اس کے ماہرین ہر وقت موجود ہیں۔ جدت پسندی کے نام پر میراتھن ریس کرانا، فحاشی اور عریانی پھیلانا ظلم ہے۔ تحفظِ حقوقِ نسواں کے بہانے اسلامی قوانین کو مسترد کرنا دین پر ظلم کے ساتھ ساتھ خود اپنی جان پر بھی ظلم ہے۔ پتنگ بازی کی اجازت قوم کے بچوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیلنا ہے۔

نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، دولت ہے تو زکوٰۃ ادا کرو، توفیق ہے تو حج کرو، کثرت سے اللہ کا ذکر کرو، اللہ کے حبیب ﷺ پر کثرت سے درود پڑھو، قرآن کی تلاوت کرو، گناہوں پر استغفار کرو، موت کو یاد رکھو، ہاں ہاں تم نے بالآخر مرجانا ہے۔ آگے جا کر یہی چیزیں کام دیں گی۔

قوم کی بہنو! پردہ، شرم اور حیاء کو اپنا زیور بنالو۔ دنیا پر ثابت کردو کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا کس سیرت وکردار کے مالک ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کریم آپ کو ہمت واستقامت عطا فرمائے۔ حالات کا مقابلہ کرنے اور آڑے وقت میں اسلام سے وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یاد رکھیے دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونے والوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد کہنے والے خود اپنی من پسند ذہنیت کو لوگوں پر ٹھونسنے میں انتہا پسندی اور دہشت گردی سے کام لے رہے ہیں اور یہ دور انشاء العزیز تاریخ میں دہشت گرد اور انتہا پسند حکومتوں کے دور کے نام سے یاد کیا جائے گا اور اس دہشت گردی کا مرکز امریکہ مانا جائے گا۔

صوفیائے کرام کی تعلیمات

امریکہ کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ شروع شروع میں یہ خود جہادی تنظیموں کو پسند کرتا رہا اور انکو امداد فراہم کرتا رہا۔ عراق کے خلاف سعودی عرب اور کویت کو استعمال کرتا رہا اور آج اپنی کسی خاص مصلحت کے تحت تصوف کی تعلیمات کو پسند کر رہا ہے۔ اس سے کلمہ گو مادہ پرستوں کو تصوف اور روحانیت کے خلاف واویلا کرنے کا خوب موقع ملا ہے۔

دوسری طرف آج کل میڈیا پر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ صوفیاء کرام معاذ اللہ بین المذاہب ہم آہنگی اور لبرل ازم کے علمبردار تھے۔ اس مشن کو پروان چڑھانے کے لیے کچھ ابن الوقت قسم کے لوگوں کو خریدا بھی جا چکا ہے اور مزید کچھ نہیں تو ٹی وی فنکار اور ڈرامہ نویس حضرات کو ہی صوفیاء بنا کر عوام کے سامنے کیا جا رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ لوگ چند مجذوب اور بعض غیر ذمہ دار حضرات کے شاعرانہ کلام کو تصوف کی اصل تعلیمات بنا کر لوگوں کے سامنے گانا اور الاپنا شروع ہو چکے ہیں۔

مگر ہم نہایت ذمہ دار اور عظیم المرتبت صوفیاء کا کردار آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کا تصوف کائناتِ پست وبالا میں مسلم ہے۔ یہ کوئی مست یا مست وار نہیں بلکہ ذی ہوش اور ذمہ دار اولیاء کاملین ہیں۔

چنانچہ حضرت امام غزالی رحمت اللہ علیہ کی علم کلام پر تحقیقات اہل علم سے مخفی نہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں شریعت پر سخت زور دیا ہے، کم ظرف اور غیر ذمہ دار لوگوں کی سخت تردید کی ہے اور اپنی کتاب کا آغاز علم کے باب سے کیا ہے۔ اس کتاب میں اکثر روایات بخاری شریف سے لی گئی ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں شرعی علوم کے دریا بہا دیے ہیں۔ بدمذہب لوگوں اور باطل فرقوں کا نام لے لے کر اور سرخیاں قائم کر کر کے رد فرمایا ہے۔ نیز آپ کا بادشاہِ وقت کو سرزنش فرمانا آپ کی سوانح حیات کی کتب میں صراحتاً مذکور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے نوے لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا۔ اگر ان کے نزدیک کفر اور اسلام میں کوئی فرق نہیں تھا تو پھر کسی کو مسلمان کرنے اور کلمہ پڑھانے کا کیا مطلب؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ نے اکبر بادشاہ سے ٹکر لی اور اس کے گھڑے ہوئے دینِ الٰہی کی سرِ عام مخالفت کی۔ آپ نے روافض کے رد میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمت اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف سبع سنابل میں بار بار عقیدۂ اہل سنت کی حقانیت پر زور دیتے ہیں بلکہ پہلا باب ہی عقیدوں اور مذہبوں کے موضوع پر مرتب فرمایا ہے اور اہل بدعت روافض کی تباہی کر کے رکھ دی ہے۔ ایک جگہ پر لکھتے ہیں

پیر کے لیے ضروری ہے کہ اس کے عقیدے درست ہوں، اس کا مذہب اہلِ سنت و جماعت ہو اور وہ متعصب اور پکا سنی ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بہتر فرقوں سے دور رہنے اور قرآن، حدیث اور صحابہ کرام کے طریقے پر کاربند رہنے والے گروہ کو نجات پانے والا گروہ قرار دیا ہے (سبع سنابل صفحہ ۱۱۶)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ نے برِ صغیر کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو افغانستان میں خط لکھا کہ ہندوستان پر حملہ کر دو۔

پیر پگارا حضرت صبغۃ اللہ شاہ صاحب راشدی قدس سرہ نے انگریز کے خلاف حُر مجاہدین کھڑے کر دیے اور بالآخر انگریز ہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت پیر مہر علیشاہ گولڑوی رحمت اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ اس کے مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمایا اور قادیانیوں کے خلاف شمس الہدایہ اور سیفِ چشتیائی جیسی بے مثال کتابیں لکھیں۔ خوارج و روافض کی کھل کر تردید فرمائی بلکہ ان موضوعات پر مستقل کتابیں لکھیں۔

پاکستان بنانے میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب، حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری، پیر صاحب

مانکی شریف، میرا شریف، زکوڑی شریف، سیال شریف، بھرچونڈی شریف وغیرہم علیہم الرحمۃ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شمولیت فرمائی اور پاکستان مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

ہمارے شیخ کریم قطب الاقطاب حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے لاڑکانہ میں بھٹو کے مقابلہ پر الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا اور باطل کے رد میں ہر موضوع پر قلم اٹھایا۔ آپ کی تصانیف میں فتاویٰ قاسمیہ، معلم الفرائض، اوضح البیان (روافض کے رد میں) اور البینات الواضحات (خوارج کے رد میں) اہم کتابیں ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی قدس سرہ جمیعت علماءِ پاکستان کے صدر منتخب ہو گئے۔ روافض اور خوارج کے رد میں کتابیں لکھیں۔ آپ کی کتاب مذہبِ شیعہ ایک نہایت محققانہ کتاب ہے۔

افغانستان میں نقشبندی سلسلے کے صوفیاء خانقاہوں سے نکلے اور روس کو تہ و بالا کر کے دکھا دیا۔ یہ محض چند مثالیں ہیں جو ہم نے پیش کیں، ورنہ اس موضوع پر اگر لکھنے بیٹھا جائے تو دفتروں کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔

آج بھی پاک و ہند میں اہم ترین دینی مدارس انہی صوفیاء کے آستانوں پر قائم ہیں۔ لہٰذا صوفیاءِ کرام علیہم الرضوان پر بے حسی، شرعی معاملات میں عدمِ دلچسپی اور صلح کلی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ میڈیا پر واویلا کرنے والے امریکہ کے زرخرید افراد کی الزام تراشیاں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں خریدے جاتے رہے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے بھی ایسے ہی لوگوں کو خرید لیا تھا اور یہ دھندا آج بھی جاری و ساری ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی کا فریب

یارانِ نکتہ دان سمجھ لیں کہ غیر مسلموں سے اتحاد کی صرف وہی صورت جائز ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے بنیادی عقائد اور مفاد پر ضرب نہ لگتی ہو۔ اور اس اتحاد کا سراسر فائدہ Credit مسلمانوں کو جاتا ہو۔

قرآن نے یہود و نصاریٰ کو لا الہ الا اللہ پر متحد ہونے کی دعوت دی ہے اور ظاہر ہے خدا کے بیٹے ماننے والوں کے لیے لا الہ الا اللہ پر اتحاد کی پیشکش ان کے مذاہب پر ضربِ کاری ہے اور اسلام کے لیے سراسر فائدہ مند ہے۔ قرآن کے اصل الفاظ یہ ہیں:

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوا اِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئاً وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ یعنی

اے اہل کتاب، اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ مانے، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں (آل عمران: ٦٤)۔

اس آیت میں نہایت حکیمانہ طریقے سے اہل کتاب کو لا الہ الا اللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اور اگر گروہ

مسلمانوں کی تجویز کردہ قدرِ مشترک پر متفق نہ ہوں تو مسلمانوں کو ڈنکے کی چوٹ اسلام پر ڈٹے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس کے برعکس آج جس بین المذاہب ہم آہنگی کی بات کی جارہی ہے یہ مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کو پروان چڑھانے کی مغربی سازش ہے جس کا سراسر فائدہ غیر مسلموں کو جارہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہرقل بادشاہ کو ایک تبلیغی خط لکھا تھا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ اِلیٰ ھِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّی اَدْعُوکَ بِدَاعِیَۃِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَینِ، وَاِنْ تَوَلَّیتَ فَعَلَیکَ اِثْمُ الْاَرِیسِیِّینَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِی

ترجمہ:۔بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف لکھا جارہا ہے۔سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کو تسلیم کیا۔اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔اسلام لے آؤ، سلامتی حاصل کرلو۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دوہرا اجر دے گا۔اور آپ نے انکار کردیا تو پوری قوم کے گناہ کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔اے اہل کتاب، اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ مانے، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۵۴، مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۸، المستند صفحہ ۲۳۴)۔

دوسری طرف کفار سے دوستی اور محبت رکھنے کی سخت ممانعت وارد ہے۔قرآن میں بار بار یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی بجائے غیر مسلموں کو اپنا دوست مت بناؤ (آل عمران:۲۸، النسآء:۱۴۴، المائدہ:۵۱، الممتحنہ:۱)۔ایک اور جگہ فرمایا ظالموں کی طرف مائل بھی مت ہونا ورنہ تمہیں بھی آگ لگ جائے گی (ہود:۱۱۳)۔ یہاں تک سخت احکام دیے گئے ہیں کہ فرمایا جو شخص یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہوگا (المائدہ:۵۱)۔

اندرونی فتنے اور ان کی اصلاح

(1)۔زعمی مجددین کی لغزشیں

(ا)۔ بعض دوستوں نے دوسروں کو پرانے اختلافات کو ختم کرنے کی نصیحت کی مگر خود نئے اختلافات چھیڑ کر بیٹھ گئے اور امت کی اکثریت کی مخالفت مول لے لی۔

(ب)۔ بعض جماعتوں کو کسی ایک موضوع کا خبط سوار ہوا مثلاً سیاست اور انقلاب کا خبط۔ ایسے لوگوں نے قرآن کی ہر آیت کو مروڑ توڑ کر اس سے سیاست اور انقلاب ثابت کر ڈالا۔

(ج)۔ مخصوص لوگوں کا رد کرتے کرتے اسی تردیدی ماحول میں رہنے والوں کو دنیا کا سب سے بڑا فتنہ وہی نظر آیا جس کی وہ دن رات تردید کرتے رہتے تھے۔ ایسے لوگوں کو کبھی دجال سر پر کھڑا نظر آنے لگا اور کبھی آسمان سے پتھر برسنے کا اندیشہ لاحق ہوا۔ ایسے میں انہوں نے بوکھلا کر جو قدم بھی اٹھایا وہی ان کے مشن کی تباہی کا سبب بنا۔

(د)۔ چالیس سال سے کم عمر کے لوگوں نے تجدیدی کام کا آغاز کیا تو ان کی یہ لیڈر شپ امارتِ صبیان کے مترادف ثابت ہوئی۔

(ہ)۔ ان لوگوں کو وسیع القلب بننے کے شوق نے مختلف لوگوں کے لٹریچر اور احوال کا مطالعہ کرنے پر مجبور کیا لیکن وہ اس کی تاب نہ لا سکے۔ پھر وہ مختلف نظریات کے لوگوں کے پاس جا جا کر بیٹھے بھی رہے حتی کہ بعض اوقات ان کی شاگردی بھی اختیار کر لی اور بمطابق حدیث شریف اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وہ صحبت ان پر اپنا اثر چھوڑ گئی۔ یہ لوگ اغیار کے اسٹیج پر جا جا کر تقاریر کرتے رہے۔ بعض لوگ مختلف ذہنوں کے شاعروں کے ساتھ مل کر شاعری کرتے رہے۔ اب وہ ان کی صحبتِ بد سے متاثر بھی ہو چکے ہیں اور تسلیم بھی نہیں کرتے۔

(و)۔ مذاہب اربعہ کا اختلاف اردو میں اور آسان زبانوں میں لکھ دیا گیا اور تفسیر کبیر جیسی کتب کے اردو تراجے کر دیے گئے جس سے ہر کس و ناکس مجتہد بن بیٹھا۔

(ز)۔ ایم اے اسلامیات اور PHD ہونے سے بھی جاہل لوگوں کو ماسٹر اور ڈاکٹر ہونے کا زعم پیدا ہوا اور وہ اسلام میں انگشت زنی (Fingering) اپنا حق سمجھنے لگے۔

(ح)۔ سہولت پسند لوگ جن کے دماغ میں سہولت پسندی کے ساتھ ساتھ عدمِ تربیت کی وجہ سے کچھ فتور بھی موجود تھا، وسیع فقہی مواد سے جان چھڑا کر صرف قرآن وحدیث کا نعرہ لگانے لگے اور جو ان سے زیادہ سہولت پسند اور فتوری تھا اس نے حدیث کا بھی انکار کر دیا اور صرف قرآن تک اسلام کو محدود کر لیا۔ حالانکہ فقہاء دوسروں کی نسبت حدیث کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں اور حدیث کو جاننے والے دوسروں کی نسبت قرآن کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔

خواہ کوئی فقہاء یا اجماع کا انکار کرے یا حدیث کا انکار کرے، ان دونوں کے دماغ میں ایک ہی کیڑا موجود ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں حدیث کے مقابلے پر فقیہہ کا قول نہیں مانتا، یا میں قرآن کے مقابلے پر حدیث کو نہیں مانتا۔ ان کی یہ بات کَلِمَةُ الْحَقِّ یُرَادُ بِهَا الْبَاطِل کا مصداق ہوتی ہے۔ ایسے لوگ یہ فراڈ بھی کرتے ہیں کہ منکرِ حدیث ہونے کے باوجود خود کو حدیث کا قائل کہتے ہیں اور منکرِ تقلید ہونے کے باوجود خود کو حنفی اور سنی کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو ھُمْ رِجَالٌ وَ نَحْنُ رِجَال سے سخت دھوکا ہوا ہے اور انہوں نے اجماع کی اہمیت اور سوادِ اعظم کے لزوم اور تقلید کی مصلحت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان چیزوں کو محدودیت سے تعبیر کر دیا اور

یوں کہنے لگے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سواء کسی کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے اور یوں صدیق اکبر، مولا علی اور تمام اولیاء علماء ومشائخ ان کی تنقید کی زد میں آگئے اور تحقیق کی آڑ میں بے ادبی کا دروازہ کھل گیا۔

ایسے لوگوں نے جب دین کے وسیع دستر خوان کو اپنی محدود عینک سے دیکھا تو اپنے اکابر کے کارہائے نمایاں پر تنقید شروع کر دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ انہوں نے آج تک کچھ نہیں کیا۔ ان کی یہ بات تکبر اور خود پسندی سے لبریز ہونے کے علاوہ اپنے اکابر کی بددعا کا سبب بنی اور وہ اپنے ہی پیدا کیے ہوئے حالات میں الجھ کر رہ گئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب لوگ اپنے ہی پیش رووں پر لعنت کریں تو پھر سرخ آندھی کا انتظار کرو (ترمذی، المستند صفحہ ٦٧)۔

(ط)۔ بدتمیز تقابلی مطالعہ نے روسو، میکاولی، جین بودین، لینن اور سٹالن وغیرہ کی فہرست میں ہی مسلمان علماء و مشائخ علیہم الرضوان کے ناموں کو ٹانک دیا اور امام غزالی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت امام رازی علیہم الرحمہ کے لیے روسو اور میکاولی کی طرح صرف رازی اور غزالی جیسے روکھے الفاظ استعمال کرنا سکھا دیا۔ یہ بات شاید کسی مغرب زدہ کو سطحی اور غیر ضروری محسوس ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ادب کا تعلیم وتربیت میں بہت بڑا کردار ہے۔ حسن ادب ہی ماں باپ کی طرف سے اولاد کے لیے بہترین تحفہ ہے۔

اس کے علاوہ جو لوگ داڑھی رکھے بغیر دین پڑھاتے ہیں، میز کرسی پر بیٹھ کر سبق دیتے ہیں، پتلون اور ٹائی لگا کر دینیات کا درس دیتے ہیں ان کی تدریس میں نہ برکت ہو سکتی ہے اور نہ روحانیت۔ اتنا ہم بھی سمجھتے ہیں کہ بظاہر ان میں بعض باتیں محض معمولی نوعیت کی ہیں لیکن شیطان بھی تو سب سے پہلے چھوٹی غلطی ہی کراتا ہے۔ ایسے لوگ تصوف پر بہترین لیکچر تو دے سکتے ہیں اور اس کے فصیح وبلیغ فلسفے تو بیان کر سکتے ہیں مگر خود اس کی برکات سے مستفید نہیں ہو سکتے۔

چھوٹی داڑھی رکھنے والے حضرات کو ہم چیلنج کے طور پر ایک پیشکش کرتے ہیں۔ آپ کم از کم ایک مٹھی داڑھی رکھ لیجیے۔ آپ میں تواضع، حلم اور رقاق پیدا ہو جائے گا۔ یہ تینوں چیزیں دوبارہ پڑھ لیجیے۔ تواضع، حلم، رقاق۔ اگر پہلے سے یہ چیزیں کسی حد تک موجود ہیں تو ان میں اضافہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز وبفضلہٖ

(ی)۔ جب سے مسلمانوں نے اپنی تحریکوں اور تنظیموں کے نام رکھنا شروع کر دیئے ہیں۔ فتنے، فرقہ پرستی، تعصب اور مقابلے نے زور پکڑ لیا ہے۔ یہ بدعت تقریباً چودھویں صدی میں شروع ہوئی۔

(ک)۔ بڑی بڑی صلاحیتوں کے مالک علماء نے جب سو فیصد اپنی مرضی کے مطابق کوئی تحریک نہ پائی تو مجبوراً کسی ناقص تحریک میں شامل ہو کر فرض کفایہ ادا کرتے رہنے پر آمادہ ہو گئے۔ یوں بڑے بڑے خنّاسوں کے ماتحت بڑے بڑے جلیل القدر اور مخلص لوگ کام کرنے لگ گئے اور ان خنّاسوں کی شان وشوکت کو چار چاند لگ گئے۔ یوں اصحابِ صلاحیت کی تمام تر صلاحیتیں دبی کی دبی رہ گئیں۔ بقول سید وارث شاہ صاحب علیہ الرحمہ

گن ماریاں دے سبھے رہن وِچ

ان اہل صلاحیت ارباب کے اپنے پاس اسباب نہیں ہوتے لیکن جب وہ کسی دوسرے کے ساتھ مل کر اس کے ماتحت ہوکر کام کرتے ہیں تو وہ اس نالائق پر مکمل اعتماد بھی نہیں کر پاتے۔ اس لیے کہ اس کا کچھ پتہ نہیں وہ کب اپنے ذاتی اور ناجائز مقاصد کے لیے کیا قدم اٹھا بیٹھے اور یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کب کسی دوسری طاقت کے سامنے سستے داموں بک جائے۔

(ل)۔ بعض لوگ اپنی محدود معلومات کی روشنی میں ایک زبردست مضمون ترتیب دے لیتے ہیں جو بے شمار شرعی دلائل کے ساتھ متصادم ہوتا ہے۔ اور اپنی چرب زبانی کے بل بوتے پر اس موضوع پر نہایت فصیح وبلیغ تقریر جھاڑ دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام میں خوب بلے بلے ہوجاتی ہے جب کہ اہل علم اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّ اَخوَ فَ مَا اَخَافُ عَلیٰ اُمَّتِیْ کُلُّ مُنَافِقٍ عَلِیْمِ اللِّسَان یعنی مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ان منافقوں کا ہے جو چرب زبان اور فصیح البیان ہوں گے (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۸)۔

(2) جاہل خطیب

جو محض اپنی سریلی آواز کی بنا پر مسجد سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ انہوں نے پہلے سے کچھ پڑھا نہیں ہوتا اور آئندہ کسی کے پاس اس لیے نہیں پڑھتے کہ مقتدیوں کے سامنے ان کی سبکی نہ ہو اور اگر کوئی عالم ان خدا کے بندوں کی اصلاح کرے تو وہ انہیں دشمن نظر آتا ہے۔

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے یُحِبُّوْ نَ اَنْ یُّحْمَدُوْ ا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْ ا یعنی انہوں نے جو کارنامہ سرانجام نہیں دیا اس پر بھی اپنی تعریف کروانا چاہتے ہیں (آل عمران: ۱۸۸)۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یَفرَ حُوْ نَ بِاِضْلَالِھِمُ النَّاسَ وَ بِنِسبَتِ النَّاسِ اِیَّاھُمْ اِلَی الْعِلْمِ وَلَیْسُوْ ا بِاَھْلِ الْعِلْمِ یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے پر خوش ہوتے ہیں اور اس پر بھی خوش ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں عالم کہیں حالانکہ یہ عالم نہیں ہیں (تفسیر بغوی جلد ا صفحہ ۳۸۴)۔

محبوب کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض کرے گا کہ علماء ختم ہو جائیں گے، لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال پوچھے جائیں گے، وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُ وْ ساً جُھَّالاً فَسُئِلُوْ ا فَاَفْتَوْ ا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْ ا وَ اَضَلُّوْ ا (بخاری جلد ا صفحہ ۲۰، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۰)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یَقِلُّ الْعُلَمَآءُ وَیَکْثُرُ الْخُطَبَآءُ یعنی علماء کم ہو جائیں گے اور خطیب کثرت سے ہوں گے (مسند احمد)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ یہ تھا کہ جاہل خطیبوں کو مساجد سے نکال دیا کرتے تھے۔ مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جب بصرہ میں تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ تمام مساجد میں جا کر خطیبوں کا امتحان لیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو فیل کر دیا اور ان کے منبر توڑ کر باہر پھینک دینے کا حکم دیا (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۳) ۔ ایک مرتبہ ایک شخص مولا علی کی موجودگی میں وعظ کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کیا تم ناسخ ومنسوخ کا علم جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، تم تقریر کے ذریعے لوگوں کو بتانا چاہتے ہو کہ فلاں ابن فلاں ہوں؟

اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ جاہل کا وعظ کرنا حرام ہے۔ فاضل بریلوی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں بار بار جاہل کی وعظ گوئی کو حرام لکھا ہے اور اس پر دلائل دیے ہیں اور فرمایا ہے کہ جاہل خطیب جتنا فائدہ کرتا ہے اس سے زیادہ نقصان کرتا ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ کتاب الحظر والاباحۃ متعدد مقامات)۔

(3) پیشہ ور نعت خوان

نعت لکھنا اور نعت پڑھنا ایک عظیم کارِ خیر ہے۔ اہل سنت نے ہر دور میں اور ہر زبان میں نعتیں لکھی ہیں اور محبوب کریم ﷺ کی غلامی کا حق ادا کرنے کی مکمل کوشش کی ہے۔ الحمد للہ فقیر راقم الحروف نے آٹھ مختلف زبانوں میں حبیبِ کریم ﷺ کی نعت لکھی ہے اور ایک نعت ایسی بھی ہے جس پر کوئی نقطہ نہیں آتا۔ اس حقیت کا اظہار ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ کوئی بدنیت ہمیں نعت کا منکر نہ کہہ سکے۔

مگر افسوس کہ آج کل کے بعض پیشہ ور نعت خوانوں نے نعت خوانی کی مقدس محافل کو تھیٹر میں بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان محافل میں کسی عالمِ دین کو تقریر کے لیے نہیں بلایا جاتا بلکہ صرف جاہل سٹیج سیکرٹری کو اوٹ پٹانگ اور خلافِ شرع اشعار سنانے پر لگا دیا جاتا ہے اور پیشہ ور نعت خوانوں کے ذریعے دھمال مروائی جاتی ہے۔

نعت خوان دوستوں سے درخواست ہے کہ اپنی نعتیں علماءِ کرام کے پاس جا کر صحیح کرا لیا کریں۔ بعض نعت خوان غلط اور خلافِ شرع بلکہ غلط عقائد پر مبنی نعتیں اور کلام پڑھ ڈالتے ہیں۔ پھر لوگ ایسے کلام پر اعتراض کرتے ہیں تو علماء کو جواب دینا پڑتا ہے۔ لہٰذا پہلے ہی علماء کو اپنا کلام دکھا کر درست کرا لینا اور محفلِ نعت میں کسی نہ کسی معتبر عالم سے تقریر کرانا، اس غلطی کی اصلاح کا بہترین طریقہ ہے۔

نعت پڑھنے کی قیمت طے کر لینا ناجائز ہے اور اخلاص ومحبت کے بھی منافی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایسی قوم پیدا ہو گی جو اپنی زبان سے اس طرح کھائے گی جیسے گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۰)۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کے باب البیان والشعر میں بیان ہوئی ہے یعنی گفتگو اور شاعری کا باب۔

نعت خوانی کی اجرت کے طور پر محض کھانا کھانے سے بھی علماء نے لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا پڑھ کر منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ حصہ دوم صفحہ ۱۷۵)۔

نعت خوان پر نوٹ نچھاور کرنا ایک غیر سنجیدہ اور نازیبا حرکت ہے جو صوفیانہ متانت کے سراسر منافی ہے۔

عمرے کی ٹکٹ کا لالچ دینا اور اس کی غرض سے محفل میں رش کرنا اخلاص کے منافی ہے۔

نعت شریف کو گانے کی طرز پر پڑھنا بھی سخت قبیح ہے اور محفل نعت کو تھیٹر میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا عشقیہ طرز سے بچنا تم پر لازم ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)۔

نعت شریف کو ڈھول یا دف کے ساتھ پڑھنا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے دف توڑ دینے کا حکم دیا ہے (مسند احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۸)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دف حرام ہے، موسیقی کے تمام آلات حرام ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے (سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۲)۔

نعت خوان کا اپنے پیچھے گویوں اور سوزیوں کی ٹیم بٹھا لینا جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اسم گرامی بگاڑ بگاڑ کر اس کی تکرار کرتے رہتے ہیں، سخت ناجائز ہے اور اللہ کریم کا نام بگاڑنا حرام ہے۔ دراصل یہ لوگ اللہ کے نام کے ذریعے ڈھول کی آواز پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر یا ساؤنڈ سسٹم کی گونج (Echo) اس طریقے سے کھولنا کہ ڈھول جیسا دِھم پیدا ہو جائے، ناجائز ہے اور ڈھول ہی کے مترادف ہے۔

ان باتوں کی اصلاح ہو جائے تو نعت خوانی بلاشبہ ایک پسندیدہ امر ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(4) تفضیلی فتنہ

جاہل خطیب، کم عقل اور بدعقیدہ نعت نویس اور پیشہ ور نعت خوان اپنی محافل میں علی علی کچھ اس انداز سے کرنا شروع ہو چکے ہیں کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دی جا رہی ہوتی ہے۔ یہ لوگ خوارج کی تردید اور مخالفت کرتے کرتے اس قدر غالی ہو چکے ہیں کہ روافض کی راہ پر چل نکلے ہیں اور بعض نعت خوان تو ہوتے ہی رافضی ہیں مگر سادہ لوح عوام ان باتوں کو نہیں سمجھتے اور پیشہ ور نعت خوانوں پر نوٹوں کی برسات کرتے رہتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ اس موضوع پر ہم اہل بیت اطہار اور خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات و مرویات اور ان کا عقیدہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے شہزادے سیدنا امام محمد بن حنفیہ سے مروی ہے قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ

بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَبُو بَکْرٍ، قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ یعنی میں نے اپنے والد ماجد علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے فرمایا ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر کون فرمایا عمر رضی اللہ عنہم اجمعین (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۸)۔

سیدنا علی المرتضیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا نکالا اور ایک ذرے (مالیکیول) سے انسان کو پیدا کیا، اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو میں آپ کے فرمان کی خاطر جہاد کرتا۔ اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو اپنی چادر سے ہی مخالفین پر حملہ کر دیتا اور ابوبکر کو منبر رسول ﷺ کی ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا۔ لیکن آپ ﷺ نے میرے مرتبے اور ابوبکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا اور فرمایا ابوبکر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ جس شخص کو ہمارا دینی لیڈر بنانے پر راضی ہیں ہم اسے اپنا دنیاوی لیڈر بنانے پر کیوں نہ راضی ہوں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔

حضرت مولیٰ علی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر اور عمر، نبیوں اور رسولوں کے سواء جنت کے تمام بوڑھوں کے سردار ہیں خواہ اگلے ہوں یا پچھلے (ابنِ ماجہ صفحہ ۱۰)۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: لَا اَجِدُ اَحَداً فَضَّلَنِیْ عَلیٰ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ اِلَّا جَلَّدْتُہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ یعنی میں نے جسے پایا کہ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہے۔ اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا (دارقطنی، صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۰)۔

محدث عبدالرزاق رحمت اللہ علیہ کو سیدنا علی المرتضیٰ ؓ سے بہت محبت تھی۔ لیکن چونکہ خود مولا علی نے ابوبکر اور عمر کو اپنے سے افضل قرار دیا ہے لہٰذا فرماتے تھے کہ میری اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی کہ علی کی محبت کا دعویٰ بھی کروں اور علی کا کہنا بھی نہ مانوں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین ؓ سے کسی نے پوچھا کہ مَا کَانَ مَنْزِلَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ مَنْزِلَتُھُمَا السَّاعَۃَ وَ ھُمَا ضَجِیْعَاہُ یعنی ابوبکر اور عمر کا مرتبہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کیا تھا؟ فرمایا جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں (مسندِ امام احمد جلد ۴ صفحہ ۹۶)۔

حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں تمام صحابہ میں سب سے افضل چاروں خلفائے راشدین ہیں۔ ان چاروں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کو فضیلت حاصل ہے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۲)۔

(5) خارجی اور رافضی فتنے

خارجی اسے کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی شان کو کماحقہ تسلیم نہ کرے۔ یہ لوگ خود کو توحید پرست کہتے ہیں

اور مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک سمجھتے ہیں اور بتوں کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں۔ حبیبِ کریم ﷺ نے خارجیوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ قرآن بہت پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ بت پرستوں کو کچھ نہ کہیں گے اور مسلمانوں کو (مشرک سمجھتے ہوئے انہیں) قتل کریں گے (مسلم جلد ا صفحہ ۳۴۱، بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۹)۔ حلق (ٹنڈ) کروائیں گے (مسلم جلد ا صفحہ ۳۴۲، بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۸)۔ مخلوق میں سے سب سے شریر لوگ ہوں گے (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ کی شریر ترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴)۔

دوسری طرف رافضیوں کے بارے میں بھی حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا یَظْهَرُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یُسَمُّوْنَ الرَّافِضَةَ یَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ یعنی آخری زمانے میں ایسی قوم نکلے گی جنہیں لوگ رافضی کہیں گے وہ اسلام سے نکل چکے ہوں گے (مسندِ احمد جلد ا صفحہ ۱۲۸)۔

آپ ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرے گی۔ اسلام کو رسواء کرے گی۔ دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کے نظریات عجیب ہوں گے۔ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں گے (دارقطنی، صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۱)۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی تیری مثال ایسے ہے جیسے عیسیٰ۔ ان سے یہودیوں نے بغض رکھا اور ان کی والدہ پر الزام لگا دیا اور عیسائیوں نے محبت رکھی اور ان کو وہ مرتبہ دے دیا جس کے وہ حق دار نہ تھے۔ پھر مولا علی فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو میری ایسی شان بیان کرے گا جس کا میں حق دار نہیں۔ دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جسے میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی (مسندِ احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵)۔

روافض کی اپنی کتاب نہج البلاغہ میں یہی بات ڈنکے کی چوٹ پر موجود ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جسے یہ محبت حق سے دور لے جائے گی۔ اور دوسرا مجھ سے بُغض رکھنے والا جسے یہ بُغض حق سے دور لے جائے گا۔ میرے بارے میں درمیانی راہ پر چلنے والے ہی صحیح ہوں گے۔ ہمیشہ بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ تفرقہ بازی سے ہمیشہ بچو۔ جماعت سے الگ ہونے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جس طرح اکیلی بکری ریوڑ سے بچھڑ کر بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷ مطبوعہ ایران/قم)۔

مذکورہ بالا نشانیوں کی روشنی میں آپ بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ خوارج اور روافض دونوں انتہا پسند ٹولے ہیں اور انکے مقابلے پر اہل سنت ایک معتدل طبقہ ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی طبقے پر مشتمل ہے۔ ہم نہایت افسوس کے ساتھ لکھ رہے ہیں کہ خوارج کی پشت پناہی بھی ایک مخصوص حکومت کر رہی ہے اور روافض کی پشت پناہی بھی ایک مخصوص حکومت کی طرف سے ہو رہی ہے۔ یہ دونوں حکومتیں غیر مسلموں کے خلاف کوئی نمایاں کام نہیں کر رہیں بلکہ ان کا سارا لٹریچر اہل سنت کے خلاف سرف ہو رہا ہے۔ حاجیوں کو حج سے واپسی پر امریکہ، یہودیت، عیسائیت، قادیانیت، ہندومت، سکھ مذہب اور دیگر غیر مسلم مذاہب کے خلاف راہنمائی فراہم کرنے کی بجائے انہیں شرک سے بچانے کے بہانے سے اہل سنت کے خلاف دستوں کے دستے لٹریچر تھما دیا جاتا ہے۔ خوارج اور روافض کی مذکورہ بالا علامات کو دوبارہ پڑھ لیجیے اور پھر انکے لٹریچر کا جائزہ لیجیے۔ آپ آسانی سے معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔

آج جس شخص نے بھی دین کی تجدید کا کام کرنا ہو اس پر لازم ہے کہ خالص اہل سنت کی ڈگر پر چلے۔ خود کو اہل سنت کہتے وقت کسی احساس کمتری یا مصلحت کا شکار نہ ہو۔ اولیاء، علماء و صلحا کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ خوارج اور روافض کا متشددانہ رویہ، ان سے میل جول، انکے طور طریقے، انکی اصطلاحات اور ہر اُس چیز سے جس سے ان طبقوں کی بو آتی ہو اہل اسلام کو اسطرح دور رکھے جیسے جہنم سے دور رہنا ضروری ہے۔ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَاراً

(6) عورتوں کی غیر معتدل تعلیم

عورت کی امامت میں عورتوں کی باجماعت نماز اور عورتوں کی محافل کیلئے اشتہارات دینا آج کے دور میں علماء و عوام اہل اسلام کے لیے سخت احتیاط کی چیزیں ہیں۔ انہی باتوں سے بڑھ کر امریکہ، انڈیا اور افغانستان میں عورتوں نے مسجد میں نماز پڑھائی اور نمازِ جمعہ تک مسجد میں عورت کی امامت میں ادا ہوئی۔

سد باب الذریعہ کے طور پر عورتوں کے مدارس پر سخت کنٹرول کی ضرورت ہے اور اس کے بعد ان کی باجماعت نماز کی ممانعت اور محافل کے انعقاد میں احتیاط اور ڈسپلن کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ اس کے نتائج بھیانک نکلیں گے۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے بصیرت اور دور اندیشی درکار ہے۔

(۷) عملیات اور تعویز گنڈے کے ماہر پیشہ ور حضرات

یہ لوگ اپنی دوکانوں پر بڑے بڑے بورڈ لگا کر بیٹھے ہیں، اخبارات میں اشتہارات دیتے اور دیواروں پر چاکنگ کراتے رہتے ہیں۔ پیر بن کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور اصل پیروں کو بدنام کر رکھا ہے۔ بعض لوگ کتاب نکالنے، حساب لگانے، تعویز گنڈا کرنے اور جن نکالنے کو ہی پیری مریدی سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ پیری مریدی تعویز گنڈے کا نام نہیں بلکہ بندوں کو اللہ سے جوڑنے اور شریعت کی پابندی کروانے کا نام ہے۔ عامل اور کامل میں

فرق سمجھنا عوام الناس کے لیے، بہت ضروری ہے۔

آئندہ لائحہ عمل

مغرب کے مکّار ذہن نے علمی تردید کی بجائے عورت کے حقوق، انسانی حقوق، NGOS، ماڈرن ازم، وسعتِ قلبی، سائنس اور ضروریاتِ زمانہ کے نام استعمال کر کے اپنا کام دکھایا جبکہ مسلمانوں نے ایسی مکار تنظیمیں قائم کرنے کی بجائے ردِّ عیسائیت اور ردِّ قادیانیت وغیرہ کے نام سے علمی کورس کرانا شروع کردیے۔ علم بڑی اچھی چیز ہے اور یہ کورس فائدے سے خالی نہیں، لیکن مغربی تخریب کاری کا علاج صرف علم سے نہیں بلکہ مناسب لائحہ عمل سے کرنا ضروری ہے۔

(۱)۔ دعوت وارشاد کا کامیاب ترین طریقہ اسلامی حکومت کا قیام ہے تاکہ مکمل وسائل کے ساتھ ذمہ دارانہ دعوت وارشاد ممکن ہو۔ نیز بعض مواقع پر فاروقی ڈنڈے کا استعمال بھی کیا جاسکے۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے متعدد علماء سرگرمِ عمل ہیں اور فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

جب تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہوجاتی، علماء پر لازم ہے کہ خرابیوں کے تدارک کے لیے حکومت کے متوازی نہایت سنجیدگی سے تبلیغ دین کا کام جاری وساری رکھیں۔ چنانچہ تنظیم المدارس کے علماءِ کرام نے تعلیم کا ایک زبردست نصاب تجویز کر رکھا ہے جو ملک بھر کے مدارس میں رائج ہے۔ انہی علماء کرام کے لیے مناسب ہے کہ مذکورہ بالا فتنوں کی اصلاح کے لیے نہایت سنجیدہ لائحہ عمل وضع فرمائیں۔ خصوصاً ہر شہر کے ذمہ دار علماء اپنے شہر کے خطیبوں، مدرسوں اور نعت خوانوں کی اصلاح کی طرف نہایت دردمندانہ توجہ فرمائیں اور مذکورہ اصلاحات کی حد تک ایک حکومت کی طرح کام کریں۔ تمام علماء اور تعلیمی ادارے ان علماء کی اطاعت کریں۔ مدارس کے مہتممین، خطیب حضرات اور نعت خوان حضرات سے درخواست اور پرزور اپیل ہے کہ علماء کی طرف سے ملنے والی اصلاح کو بسروچشم قبول فرمائیں۔ اسی میں ان کی بہتری ہے اور اخروی کامیابی پوشیدہ ہے۔

(۲)۔ اپنے اپنے علاقوں میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر دور میں علماء ومشائخ کام کرتے رہے ہیں اور اسی سے دین پھیلا ہے اور صحیح ترقی کی ہے۔ آج بھی علماء ومشائخ اپنے اپنے وسائل اور استعداد کے مطابق سرگرمِ عمل ہیں۔ علماء نے اپنے طور پر مدارس کھول رکھے ہیں اور کامل مشائخ نے اپنے اپنے آستانوں پر بیعت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ مزاراتِ اولیاء اور خانقاہوں پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اور بعض مقامات پر بغیر کسی اعلان اور اشتہار کے اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ بڑی بڑی تنظیمیں اتنا آدم جمع کر کے نہیں دکھاسکتیں۔ اگرچہ ان مشائخ کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں اور ان کی محنت اور کاوش بظاہر غیر منظم نظر آتی ہے مگر نتیجے کے طور پر دین اسلام کا بے پناہ کام جاری وساری ہے۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عرسوں کے موقع پر عوام کے ہجوم سے فائدہ اٹھایا جائے اور انہیں مناسب وعظ اور نصیحت کی جائے۔

اس کے علاوہ بعض تنظیمیں بھی اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں۔ نیز تاجروں، سیاحوں اور مبلغین وغیرہ کے ذریعے اتفاقی طور پر یا منظم طریقے سے ہر طرح دین کی تبلیغ و ترویج جاری ہے۔ یہ سب کچھ جاری رہنا چاہیے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دین کی تبلیغ کے خدائی بندوبست ہیں۔

آج کے دور میں ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر زبردست فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔ اگر مسلمانوں کو پوری دنیا کی سطح پر کنٹرول حاصل ہوجائے تو بلاشبہ میڈیا کی خرابیوں کی اصلاح کردی جائے اور ناقابلِ اصلاح اجزاء کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے۔ لیکن آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان حالات میں علماء کو کسی بھی میڈیا پر دین کی تبلیغ کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے ورنہ یہ میدان کفار مارلیں گے اور فحاشی کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ ہر قسم کے میڈیا پر علماء و مشائخ انفرادی اور تنظیمی طریقے سے کام کررہے ہیں، فرضِ کفایہ کی ادائیگی جاری ہے اور علماء کو ایسی انفرادی کوششیں جاری رکھنی چاہییں۔

(۳)۔ فقیر راقم الحروف نے مذکورہ فتنوں کے خلاف اپنی ماہانہ اشاعت ''رحمۃ للعٰلمین'' میں مستقل مضامین شائع کردیے ہیں۔ مثلاً نعت گوئی کا شرعی ضابطہ، عورتوں کی جماعت کا مسئلہ، الانتباہ علیٰ زلۃ بعض العلماء، گستاخ رسول کا شرعی حکم اور دستور السالکین وغیرہ۔ دین کا درد رکھنے والے ذمہ دار علماء کو چاہیے کہ اپنے اپنے وسائل کی حد تک اپنے اپنے علاقوں میں ان موضوعات پر لوگوں کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

(۴)۔ علماء کے لیے لازم ہے کہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کریں اور اپنے علم کے مطابق عمل کی طرف توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَا یَنْتَفِعُ بِعِلْمِہٖ یعنی قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے شریر آدمی وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا (دارمی، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ واضح رہے کہ علم، تقریر، تدریس، تصنیف اور مناظرے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہی اللہ کریم کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ ترین مرض ہے۔ لہٰذا علماء پر لازم ہے کہ اپنے زمانے میں کسی اہل شخصیت سے تربیت حاصل کرنے اور اپنی روحانی اصلاح کرانے کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شَرُّ الْعُلَمَآئِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خَیْرُ الْعُلَمَآئِ یعنی خبردار بے شک سب سے بڑا شر شریر علماء ہیں اور سب سے بڑی بھلائی اچھے علماء ہیں (رواہ الدارمی، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ عالم کی پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۸) اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ جاہل ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ چھوڑ دے اور نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہ چھوڑ دے اور اپنے علم کے ذریعے دنیا کمانا نہ چھوڑ دے۔ (دارمی، المستند صفحہ ۱۰۰)۔ عالم کی شناخت کے لیے یہی پیمانہ ہے۔

(۵)۔ ابتدائی تعلیم کے طور پر ہر مسلمان کو کم از کم بنیادی عقائد، نماز روزہ و ناظرہ قرآن شریف کی تلاوت آنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے فقیر راقم الحروف نے صرف 32 صفحات پر مشتمل ''معلم الاسلام'' نامی کتابچہ لکھ دیا ہے جو

قرآن شریف کی ناظرہ تعلیم کے ساتھ بچوں کو پڑھا دیا جائے تو ایک عام مسلمان کے لیے کافی شافی ہے۔ الحمد للہ اس پروگرام کے تحت متعدد مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جارہی ہے۔

(۶)۔ ثانوی تعلیم کے طور پر اہلیت رکھنے والے طلباء کو صرف ونحو کے بنیادی قواعد اور ''المستند'' پڑھادی جائے تو کافی ہے۔ کسی خطیب یا پیر کے پاس کم از کم اس قدر تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔

(۷)۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مروجہ درسِ نظامی پاس کرنا ضروری ہے۔ اس نصاب میں ضروریات زمانہ کے تحت خود علمائے کرام ردوبدل کر دسکتے ہیں لیکن ہر کس وناکس اور خصوصاً حکومت کو اس میں انگشت زنی کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔

معیاری عشق رسول ﷺ مرض کا صحیح علاج

جب تک مسلمانوں کے دلوں میں حبیبِ کریم ﷺ کی محبت رچ بس نہیں جاتی اور نبی کریم ﷺ کی مرکزیت کو تسلیم نہیں کرلیا جاتا، مسلمانوں کے عقائد اور احوال کی اصلاح ممکن نہیں۔ جب ہمیں نبی کریم ﷺ سے صحیح معنی میں محبت ہو جائے گی تو پھر ہم آپ ﷺ کی وجہ سے آپ کے صحابہ اور اہل بیت سے خود بخود محبت ہو جائے گی۔

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا دَعُوْا لِیْ اَصْحَابِیْ میری خاطر میرے صحابہ کو کچھ نہ کہا کرو (مسندِ احمد جلد ۳ صفحہ ۳۲۶)۔ اور فرمایا جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)۔

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کے بارے میں فرمایا کہ اَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ بِحُبِّیْ یعنی میری محبت کی خاطر میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)۔ جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)۔

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ جو لوگ صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم الرضوان میں سے کسی ایک سے بھی دشمنی رکھتے ہیں ان کے دلوں میں دراصل نبی کریم ﷺ کی محبت جاگزیں نہیں ہوتی۔ اگر محبت رسول ﷺ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو یار کے یاروں اور اس کے پیاروں کی محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ کوئی مانے یا نہ مانے اللہ کی قسم یہی ہے مرض اور یہی ہے اس کا صحیح علاج۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا اکٹھا ذکر قرآن شریف کی سورۃ توبہ میں ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُنِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ یعنی (اے محبوب)

آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے (سگے) بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور رہائشی مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا (التوبۃ:۲۴)۔

آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَفِیْ الآیۃِ دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوبِ حُبِّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَلَا خِلَافَ فِی ذٰلِکَ بَیْنَ الْاُمَّۃِ وَاَنَّ ذٰلِکَ مُقَدَّمٌ عَلٰی کُلِّ مَحْبُوْبٍ یعنی اس آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کے واجب ہونے کی دلیل موجود ہے اور اس میں پوری امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور یہ محبت ہر محبوب پر بھاری ہے (قرطبی جلد ۸ صفحہ ۸۸)۔

قاضی عیاض رحمت اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں جس طریقے سے نبی کریم ﷺ کی محبت پر امت کو ابھارا گیا ہے اور محبت نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور آیت میں جس قدر دلالت اور حجت موجود ہے، وہ آپ ﷺ کی محبت کے لازم اور فرض ہونے اور آپ ﷺ کے اس کا حقدار ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے جان و مال، اہل و عیال اور اولاد سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا نہ کرنے پر سخت ترین وعید سنائی گئی ہے۔ پھر محبت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے اور انہیں جتلا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور انہیں اللہ ہدایت نہیں دے گا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴، ۱۵)۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حبیبِ کریم ﷺ سے محبت کا معیار کیا ہے۔ وہ محبت کس نوعیت کی اور کس درجے کی ہونی چاہیے۔ اس سوال کے جواب میں ہم صحابہ کرام کے حضور کریم ﷺ کے ساتھ والہانہ پن کے کچھ واقعات پیش کرتے ہیں تا کہ محبت کا صحیح معیار واضح ہو سکے۔

احادیث شریفہ میں ہے:

1۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری جلد ا صفحہ ۷، مسلم جلد ا صفحہ ۴۹)۔

2۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ، اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس بندے میں پائی جائیں اس نے ایمان کی چاشنی پالی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اسکا رسول اسے باقی سب

سے زیادہ پیارے ہوں۔ دوسری یہ کہ وہ کسی بندے سے محض اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو۔ تیسری یہ کہ کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ناپسند ہو جس طرح آگ میں گرائے جانا اسے ناپسند ہے (مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۷)۔

3۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُولَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَھَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا اِلَّا اَنِّی اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُولَهُ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَأَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَھُمْ بِھَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِی وَفِی رِوَایَةٍ قَالَ اَنَسٌ ﷛ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُولَهُ وَاَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ فَاَرْجُو اَنْ اَکُونَ مَعَھُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِاَعْمَالِھِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِی رِوَایَةٍ فَکَاَنَّ الرَّجُلَ اِسْتَکَانَ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا کَثِیْرَ صَلَاةٍ وَلَا صِیَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰکِنِّی اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُولَهُ قَالَ فَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمِثْلُهُ فِی مُوَطَّا الْاِمَامِ مُحَمَّدٍ یعنی حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تو نے اسکے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کی، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲، بخاری، مشکوۃ صفحہ ۴۲۶)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس ﷛ نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور ابوبکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ آدمی خاموش سا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے اسکے لیے نہ تو زیادہ نماز تیار کی ہے نہ روزے اور نہ ہی زکوۃ، ہاں البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہوگی (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲، موطا امام محمد صفحہ ۳۹۰، المستند صفحہ ۸)۔

4۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَذْکُرُ النَّبِیَّ ﷺ قَطُّ اِلَّا بَکٰی یعنی حضرت عمرو بن محمد اپنے باپ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے سنا وہ ہمیشہ رونے لگتے تھے (دارمی، المستند صفحہ ۸)۔

5۔ سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۶)۔

6۔ حضرت عمر بن خطاب ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ حضرت عمر ﷛ نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اب ٹھیک ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۵)۔

7۔ حضرت عمرو بن العاص ﷛ فرماتے ہیں کہ مَا کَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر دنیا کا کوئی شخص محبوب نہیں تھا (مسلم جلد ۱ صفحہ ۷۶)۔

8۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، آپ کے چچا ابوطالب کا مسلمان ہوجانا مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے یہی بات محبوب کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس ﷛ سے کی تھی کہ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو یہ چیز مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

9۔ حضرت علی المرتضیٰ ﷛ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ سے کیسی محبت کرتے تھے؟ آپ ﷛ نے فرمایا اللہ کی قسم آپ ﷺ ہمیں ہمارے مال، اولاد، باپ دادا، ہماری ماؤں اور پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

10۔ حضرت زید بن دثنہ ﷛ کو جب اہل مکہ نے قتل کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا، اے زید میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، کیا تم اس وقت یہی نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ پر محمد ہوں اور تمہاری جگہ انہیں قتل کیا جائے اور تو اپنے گھر والوں میں خیریت سے موجود ہو؟ حضرت زید نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمد ﷺ کو اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے بھی کوئی کانٹا تک چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے آج تک کسی انسان کو کسی دوسرے انسان سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد کے اصحاب محمد سے محبت کرتے ہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔ اسی طرح کا واقعہ حضرت خبیب ﷛ کے ساتھ پیش آیا جب انہیں سولی پر چڑھایا گیا اور چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔

11۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے غارِ ثور کے باہر نبی کریم ﷺ کو کھڑا کیا اور خود اندر تشریف لے گئے تاکہ غار میں سے کوئی مصیبت حضور کو نہ پہنچے۔ اپنی چادر پھاڑ کر غار کے سارے سوراخ بند کر دیے۔ صرف دو سوراخ رہ گئے، ان پر اپنے پاؤں رکھ دیے اور محبوب کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اندر تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ انکی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ صدیق اکبر ﷛ کے پاؤں پر سانپ نے ڈس لیا مگر انہوں نے حرکت تک نہیں کی تاکہ حبیبِ کریم ﷺ جاگ نہ جائیں۔ انکے آنسو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر پڑے تو آپ ﷺ جاگ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا ابوبکر آپ

کو کیا ہوا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ ﷺ نے لعاب مبارک لگایا تو انکی تکلیف رفع ہوگئی (رزین، مشکوۃ صفحہ ۵۵۶، المستند صفحہ ۲۶)۔

12۔ جنگِ احد میں ایک انصاری خاتون رضی اللہ عنہا کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہوگئے۔ وہ میدانِ احد کی طرف جارہی تھیں اور لوگوں سے اپنے گھر کے افراد کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کررہی تھیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضور الحمدللہ تمہاری مرضی کے مطابق خیریت سے ہیں۔ کہنے لگیں مجھے دکھاؤ میں حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب حضور پر نظر پڑی تو کہنے لگیں کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ یعنی آپ کو دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

13۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ شریف میں اہلِ مکہ سے بات چیت کے لیے بھیجا۔ مکہ والوں نے انہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے فرمایا مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یعنی میں کعبہ کا طواف ہرگز نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کرتے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۱)۔

14۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں بلاوجہ شریک نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ناراضگی آگئی۔ نبی کریم ﷺ نے توبہ قبول ہونے تک لوگوں کو ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ حضور نماز کے بعد مسجد میں صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں سلام عرض کرتا تو غور سے دیکھتا رہتا تھا کہ میرے سلام کے جواب میں حضور نے ہونٹ مبارک ہلائے ہیں کہ نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھتا تھا۔ میں نماز کے دوران آپ ﷺ کو چوری چوری دیکھتا رہتا تھا۔ جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور مجھے دیکھنے لگتے اور جب میں حضور کی طرف دیکھتا تو حضور دوسری طرف دیکھنے لگتے تھے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)۔

15۔ نبی کریم ﷺ جب کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لیے سجادہ بچھاتے، آپ ﷺ کی جائے نماز، عصا مبارک، چادر مبارک، مسواک مبارک، وضو کا برتن اور نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے تھے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحبِ نعلین کہا جاتا تھا یعنی حضور ﷺ کے نعلین والا (مسندِ امام اعظم صفحہ ۱۸۴، ومثلہ فی البخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔

16۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے ابوسفیان جب صلح کا معاہدہ مضبوط کرنے کے لیے مدینہ شریف گئے تو اپنی بیٹی کے پاس گئے۔ جب بستر پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں اس بستر کے قابل

نہیں ہوں یا یہ بستر میرے قابل نہیں ہے۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے جب کہ تم ایک مشرک اور ناپاک شخص ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھو۔ ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تم میرے بعد بہت بگڑ گئی ہو (سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۳۹۶)۔

17۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری دنوں میں محبوب کریم ﷺ کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازیں پڑھاتے تھے۔ سوموار کے دن لوگ نماز میں کھڑے تھے کہ حبیب کریم ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ہم سب لوگ بھی عین نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کے ورق کی طرح تھا کَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ۔ پھر آپ مسکرائے اور ہمیں خیال آنے لگا کہ کہیں ہم حضور کے دیدار کی خوشی کی وجہ سے نمازیں نہ توڑ بیٹھیں۔ ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل مصلۂ امامت سے پیچھے ہٹے کہ شاید نبی کریم ﷺ نماز میں تشریف لانے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرادیا۔ اسی دن آپ ﷺ کا وصال ہو گیا (مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۹، بخاری جلد ا صفحہ ۹۳)۔

18۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال شریف ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہو سکتے۔ آپ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت میری سوچ یہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے کسی کام سے بلایا ہے اور آپ واپس تشریف لے آئیں گے۔ انہوں نے تلوار نکال لی اور فرمایا جس نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے ہیں میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور خطبہ دیا جس میں مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ آیات پڑھیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو محبوب کریم ﷺ کے وصال شریف کا یقین آ گیا اور حیرت جاتی رہی (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۷)۔

19۔ جب حبیبِ کریم ﷺ کی تدفین ہو رہی تھی اور آخر میں قدمین شریفین کی طرف سے قبرِ انور بند کی جانے لگی تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر شریف کے اندر گرادی۔ اور کہنے لگے میری انگوٹھی اندر گر گئی ہے۔ لوگوں نے انہیں قبرِ انور کے اندر اتر کر انگوٹھی اٹھانے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اندر اتر کر اپنی انگوٹھی اٹھالی اور محبوب کریم ﷺ کے مقدس قدمین کو ہاتھ لگا کر باہر آ گئے۔ بعد میں ساری زندگی فخر کرتے رہے کہ میں وہ واحد شخص ہوں جس نے حبیبِ کریم ﷺ کے قدموں کو سب سے آخر میں مس کیا ہے (سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۶۶۴)۔

20۔ ایک عورت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کا دروازہ کھول دو۔ انہوں نے دروازہ مبارک کھول دیا۔ وہ عورت قبر انور پر اتنا روئی کہ اس کی وفات

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہوگئی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔

21۔ حضرت عمر فاروق ﷛عوام کی دیکھ بھال کے لیے رات کو گشت کر رہے تھے۔ آپ نے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا۔ ایک بوڑھی عورت سوت کات رہی تھی اور وہ نبی کریم ﷺ کی محبت اور جدائی میں شعر پڑھ رہی تھی۔

عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلَاۃُ الْاَبْرَار   صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَار

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکًا بِالْاَسْحَار   یَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَار

هَلْ تَجْمَعُنِی وَ حَبِیْبِی الدَّار

ترجمہ:۔ محمد ﷺ پر اللہ کے پیاروں کی طرف سے درود ہو۔ آپ ﷺ پر پاک لوگوں اور نیک لوگوں کا درود ہو۔ یارسول اللہ آپ رات کو قیام فرماتے اور سحری کے وقت رویا کرتے تھے۔ کاش میں جان لیتی کہ میں اور میرا محبوب ایک جگہ پر اکٹھے ہوں گے کہ نہیں۔ اس لیے کہ موت مختلف طریقوں سے آتی ہے اور نہ جانے میری موت کس حالت میں آئے اور مرنے کے بعد حضور سے ملاقات ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

حضرت عمر ﷛وہیں بیٹھ کر رونے لگے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

22۔ حبیبِ کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت سیدنا حسان بن ثابت ﷛نابینا ہو گئے۔ آپ ﷛فرماتے ہیں

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ وَ عَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

ترجمہ:۔ یارسول اللہ آپ میری آنکھوں کی کالی دھیری تھے، آپ کے جانے سے میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔ اب آپ کے بعد جس کا جی چاہے مرجائے، مجھے اگر خوف تھا تو آپ سے بچھڑنے کا خوف تھا۔

23۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ﷺ کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تو ان پر کیف طاری ہو جاتا اور ان کے جسم پھڑکنے لگتے اور وہ رونا شروع کر دیتے تھے اور یہی حال بے شمار تابعین کا بھی تھا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۰)۔

24۔ حضرت عبدہ بنتِ خالد فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت خالد بن معدان ﷛جب رات کو سونے لگتے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مہاجرین و انصار صحابہ سے ملاقات کے شوق میں ان کا نام لے لے کر فرماتے تھے کہ یہ ہستیاں میرے اصول و فروع ہیں، میں ان سے بچھڑ گیا ہوں، میرا دل انہی کی خاطر تڑپتا ہے، میرا فراق طویل ہو چکا ہے، اے میرے اللہ میری روح قبض کر کے مجھے جلدی ان سے ملا دے۔ یہ کہتے کہتے انہیں نیند آ جاتی تھی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۷)۔

25۔ حضرت بلال ﷛ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے کہا وَا حُزْنَاہ یعنی ہائے غم، آپ ﷛ نے فرمایا وَا طَرَبَاہ غداً اَلْقَی الْاَحِبَۃَ مُحَمَّداً وَ حِزْبَہٗ یعنی واہ خوشی، میں کل اپنے پیاروں محمد اور اس کے ساتھیوں سے جاملوں گا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

26۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ کے پاس نبی کریم ﷺ کا تہبند، چادر، قمیض، بال اور ناخن مبارک تھے۔ انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے آپ ﷺ کی قمیض کا کفن دینا آپ ﷺ کی چادر میں لپیٹنا اور تہبند مبارک کا اِزار بنانا اور آپ ﷺ کے بال اور ناخن مبارک میرے چہرے اور سجدے کی جگہوں پر رکھ دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا (الاکمال مع المشکوٰۃ صفحہ ۶۷۱)۔

27۔ صلح حدیبیہ کے بعد عروہ بن مسعود نے قریش مکہ کو جا کر تعظیمِ رسول کا آنکھوں دیکھا منظر بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں جا چکا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے اتنی تعظیم کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی جتنی تعظیم محمد کی اُس کے صحابی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ بلغم پھینکتا ہے تو اس کے صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے مُنہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کسی کو حکم دے تو سارے بھاگ پڑتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو یہ لوگ وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ جب وہ بات کرے تو یہ سب اس کے سامنے چپ ہو جاتے ہیں۔ اس کے ادب کی وجہ سے اس کے چہرے کی طرف نظر جما کر دیکھتے بھی نہیں۔ اے لوگو! وہ تمہارے پاس ہدایت کا پیغام لایا ہے اُسے قبول کرلو اور مسلمان ہو جاؤ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۹، المستند صفحہ ۸-۹)۔

28۔ حجام جب آپ ﷺ کے بال مبارک بناتا تو صحابۂ کرام ارد گرد جمع ہو جاتے۔ اُنکی کوشش ہوتی کہ ایک بال بھی کٹے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آئے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۶، المستند صفحہ ۹)۔

29۔ جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید ﷛ کے سر سے عین میدانِ جنگ میں ٹوپی گر گئی۔ میدانِ جنگ میں تلواروں کی چھنکار میں ٹوپی اُٹھانے کے لیے نیچے جھکنا موت کو دعوت دینا تھا۔ لیکن آپ ﷛ نے موت کی پرواہ کیے بغیر جھک کر ٹوپی اُٹھالی۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ایک معمولی ٹوپی کی خاطر اتنا بڑا رِسک کیوں لیا؟ آپ نے فرمایا دراصل اس ٹوپی میں نبی کریم ﷺ کا بال مبارک تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ بابرکت بال کسی مشرک کے ہاتھ لگے۔ آپ اس بال مبارک کی برکت سے دشمن کے خلاف مدد طلب کرتے تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۴)۔

30۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وفد بنی قیس کے صحابۂ کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگا رہے تھے اور باری باری نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوم رہے تھے (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ

کے ہاتھ مبارک چومے (ابنِ ماجہ صفحہ ۲۶۳)۔ یہودیوں کے ایک وفد نے نبی کریم ﷺ سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ صفحہ ۲۶۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷)۔

31۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ رات کو اٹھے اور ٹھیکرے میں بول مبارک فرمایا۔ میں رات کو جاگی تو مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے وہ بول مبارک بے خبری میں پی لیا۔ آپ ﷺ صبح کو اٹھے تو فرمایا اے ام ایمن اس ٹھیکرے کو اٹھالو اور جو کچھ اس میں ہے اسے باہر گرادو۔ میں نے عرض کیا حضور وہ تو میں نے رات کو پی لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک نظر آ گئے۔ پھر فرمایا آج کے بعد تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۲۳۰، الشفاء جلد ۱ صفحہ ۴۱، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰)۔

32۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ ان میں سے جو خون مبارک نکلا وہ آپ ﷺ نے مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اسے جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے بچا کر دفن کردو۔ میں اسے لے کر ایک طرف ہو گیا اور چھپ کر اسے پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں نے اسے پی لیا ہے۔ آپ ﷺ ہنس پڑے (شعب الایمان للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳)۔

33۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ ادب کی وجہ سے منبر پر نبی کریم ﷺ کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے (صواعق محرقہ صفحہ ۱۳)۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول ﷺ میں دفن کیا جانے لگا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم حضور کریم ﷺ کے قدموں سے نیچے رکھے گئے اور جب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم سیدنا صدیق اکبر کے قدموں سے نیچے رکھے گئے۔

34۔ نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے غم کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور شام میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔ انہیں حبیب کریم ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ مدینہ میں آ کر ہمیں مل جاؤ۔ وہ صبح اٹھے تو مدینہ شریف کا رُخ کیا۔ مدینہ شریف پہنچے تو ہر طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر کسی کی زبان پر تھا، بلال آ گئے بلال آ گئے۔ جب وہ مسجد نبوی شریف میں پہنچے تو دیوانہ وار کبھی حجرات میں جا کر حضور کو تلاش کرتے اور کبھی مسجد شریف میں۔ جب روضہ انور پر گئے تو اپنا سر قبر انور پر ڈال کر دھاڑیں مار کر روئے۔ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین علیہم الرضوان پاس موجود تھے۔ حضرت بلال بے ہوش ہو کر گر گئے۔ لوگوں نے جب ہوش دلایا۔ سب لوگ فرمائش کرنے لگے کہ اذان سناؤ۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں اذان نہیں پڑھ سکتا۔ محبوب کریم ﷺ کی موجودگی میں اذان پڑھتے وقت محبوب کا چہرہ سامنے ہوتا تھا اب میں کون سے چہرے کو دیکھ کر اذان پڑھوں گا۔ لوگوں نے شہزادۂ رسول حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سے سفارش کرائی۔ شہزادوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر فرمائش کی کہ چچا جان اذان سنایئے۔ آپ اس فرمائش کو ٹال نہ سکے اور کھڑے ہو کر اذان شروع کر دی۔ اذان آگے کو بڑھ رہی تھی اور مدینہ منورہ میں کہرام

WWW.NAFSEISLAM.COM

برپا ہورہا تھا۔ جب آپ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه پر پہنچے تو مدینہ کے گھروں میں سے باپردہ خواتین بھی بے قابو ہوکر باہر نکل آئیں۔ پورا مدینہ قبرانور کی طرف پرواز کر کے اُمڈ رہا تھا اور ایسے لگتا تھا کہ حضور کا وصال آج ہی ہوا ہے۔

یہ ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حضور کریم ﷺ کے ساتھ محبت کے چند نمونے۔ جس کے دل میں ایمان کی معمولی رمق بھی موجود ہے وہ ان واقعات کو پڑھنے کے بعد سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے راستے پر چلنے والا صحیح طبقہ کون سا ہے۔ آج اگر کسی شخص کو حبیبِ کریم ﷺ سے ایسی ہی محبت نہیں ہے یا وہ ایسی محبت کرنے والوں کو غلط سمجھتا ہے تو اس کا اپنا دعوائے محبتِ رسول محض کھوکھلا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنی محبت کی اصلاح کرے۔

ہر پیر، ہر عالم اور ہر خطیب پر لازم ہے کہ حبیب کریم ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرے اور کوئی ایسی بات، عقیدہ لوگوں میں نہ پھیلائے جس کے نتیجے میں حضور کی محبت لوگوں کے دلوں میں کم ہوتی ہو۔

عشق کا اولین تقاضا اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہم ایک بار پھر واضح کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں شریعت کی پابندی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اہل اسلام کی شدید ضرورت ہے۔ آپ ﷺ سے محبت کا اولین تقاضا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی پیروی کریں اور دین متین کی تبلیغ کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔

قرآن شریف میں بار بار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہوا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اللہ کریم نے حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النسائ:۸۰)۔

گویا اللہ کی اطاعت کے لیے رسولِ کریم ﷺ کی اطاعت کا واسطہ ضروری ہے۔ اس واسطے کو نکال کر براہِ راست اللہ کی اطاعت کا تصور محض خبط اور پاگل پن ہے۔ جو شخص شریعت کا پابند نہیں اور سنت کا متبع نہیں اسکے دعوائے محبت کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

تَعْصِی الْحَبِیْبَ وَ اَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ۔۔۔ هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: تو حبیب کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے۔ بخدا یہ بات تعجب انگیز ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا۔ اس لیے کہ محب اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوا کرتا ہے۔

اتحادِ امت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ یعنی مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں (الحجرات: ۱۰)۔

اور فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں آپس میں تعاون کرو اور گناہ وسرکشی کے معاملے میں تعاون مت کرو (مائدہ: ۲)۔

مسلمان ممالک کو چاہیے کہ اپنا ایک اتحادی بلاک قائم کریں اور یہ فیصلہ کریں کہ کسی ایک اسلامی ملک پر حملہ تمام اسلامی ممالک پر حملہ تصور کیا جائے گا اور تمام اسلامی ممالک مل کر اسکا جواب دیں گے۔ کسی ایک اسلامی ملک کا سربراہ بھی اگر اس کام کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ یہ کام کر کے دکھا سکتا ہے۔ صرف احساس اور توکل کی ضرورت ہے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اسلام غیر مسلموں سے دوستی اور محبت کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر مسلمان ممالک صرف اسی ایک اسلامی حکم پر ہی عمل کر لیں اور غیر مسلموں سے دوستیاں چھوڑ دیں تو اسلامی اتحاد کی صورت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّمْ

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM